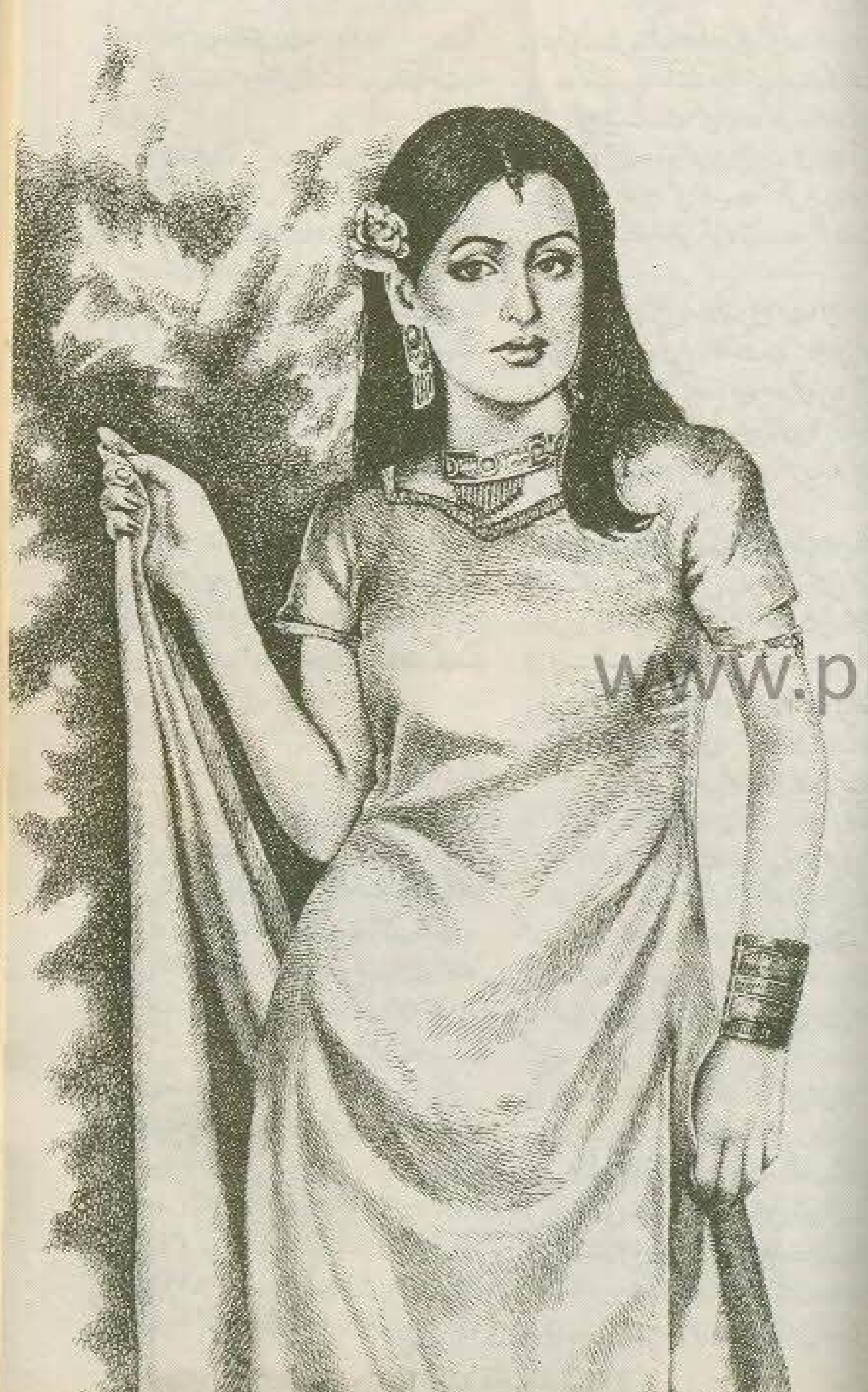

کازیگول نازی

دکھ جاتے سارے

عشق کے علاقے میں حکم یار چلتا ہے
ضابطے نہیں چلتے
حسن کی عدالت میں
عاجزی تو چلتی ہے
مرتبے نہیں چلتے

موسم بے حد سرد ہو رہا تھا۔
جب وہ روٹیاں پکا کر فارغ ہوئی تو مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ جلدی جلدی وضو کر کے نماز ادا کی۔ دعا مانگی اور ابھی جائے نماز لپیٹ کر رکھ رہی تھی کہ جاذب حسن بڑے پُرجوش انداز میں کمرے کا دروازہ دھکیلتے ہوئے تیزی سے اس کے قریب چلا آیا۔

"سارا! یہ میں نے تمہارے لیے چوڑیاں خریدی ہیں۔ پہن کر دیکھو کیسی لگتی ہیں۔"

"دیکھ لوں گی، ابھی تو رکھ دو سائیڈ پر۔" اس نے بیزاری سے کہتے ہوئے ٹی وی آن کر لیا۔

جاذب اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

"کیا بات ہے؟ تم خفا ہو مجھ سے؟"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہے، ابھی میرا سر بہت درد کر رہا ہے۔ پلیز! تم جاؤ یہاں سے۔"

وہ چاہ کر بھی اپنے لہجے کے روکھے پن کو چھپا نہیں سکی تھی۔

مگر جاذب حسن کو برا نہیں لگا۔ وہ اب بھی اسی لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"میں ٹیبلٹ لا دیتا ہوں، چائے کے ساتھ لے کر سو جانا۔"

"اچھا لے لوں گی، تم اتنی فکر نہ کیا کرو میری۔"

"کیسے نہ کروں بھئی! زندگی میں تمہارے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس۔"

تھکے تھکے سے لہجے میں کہتے ہوئے اس کے قریب ہی صوفے پر ٹک گیا تھا۔

سارہ کا غصہ مزید بڑھ گیا۔

"فضول باتیں مت کیا کرو جاذب! جو تم سوچ رہے ہو ایسا ممکن نہیں ہے۔" وہ چیخی۔

"کیوں ممکن نہیں ہے؟ مجھ میں ایسی کون سی کمی

ناولٹ

www.pkdigest.com

ہے۔" وہ اداس لہجے میں بولا۔

"مجھے نہیں پتہ۔ لیکن تم میرا خیال اپنے دل سے نکال دو۔"

"لیکن کیوں؟" "تمہیں وجہ بتانی ہوگی۔"

سارا کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے اس نے پھر پوچھا' جواب میں وہ بڑی ڈھٹائی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"وجہ اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ میں نوید سے پیار کرتی ہوں' آج سے نہیں بلکہ پچھلے دو سال سے۔ اس کے پاس وہ سب کچھ ہے جو مجھے چاہیے دولت' حسن' وجاہت' معاشرے میں باعزت مقام' سب کچھ' اب تم ہی بتاؤ میں تمہیں اس پر ترجیح کیسے دے سکتی ہوں۔ تمہارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ مستقل ملازمت نہ حسن' نہ وجاہت' نہ معاشرے میں بلند مقام' کیا دے سکتے ہو تم مجھے' سوائے فکر اور پریشانیوں کے' ناکام تمناؤں اور تشنہ حسرتوں کے' پلیز جاذب' میری باتوں کا برا مت ماننا مگر حقیقت یہی ہے کہ نوید ہر لحاظ سے تم پر برتری رکھتا ہے۔

وہ بلا تکان بولتی جا رہی تھی اور ادھر جاذب حسن کی خوبصورت آنکھوں میں دھول اڑنا شروع ہو گئی تھی۔

کتنی چھوٹی سوچ رکھتی تھی وہ اس کے بارے میں' جسے وہ اپنی جان سے بڑھ کر چاہتا تھا۔

"میں مانتی ہوں جاذی! کہ تم مجھ سے بے حد محبت کرتے ہو' مگر محبت انسان کا پیٹ نہیں بھرتی۔ معاشرتی تقاضوں کو پورا نہیں کرتی' لہٰذا پلیز یہ محبت' محبت' وات کام کا کھیل بند کر کے کوئی مقام بناؤ اپنا' تاکہ کسی اچھی سی لڑکی کے ہم سفر بن سکو' پلیز۔"

وہ اس سے کہنا چاہتا تھا۔

"تم سے اچھی لڑکی کائنات میں اور کون ہے۔" مگر نہیں کہہ پایا۔

دل و دماغ جیسے کام کرنا ہی چھوڑ گئے تھے۔ وہ لڑکی جو اپنے حسن' خوش اخلاقی اور چنچل حرکتوں کے باعث پچھلے کئی سالوں سے اس کے دل و دماغ پر راج کر رہی تھی۔ اس لمحے اس پر اپنی پست سوچ عیاں کر کے محض چند سیکنڈز میں دل سے اتر گئی تھی۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑا اس چہرے کو تک رہا تھا' جہاں ڈھونڈنے سے بھی اسے کوئی بد صورتی دکھائی نہیں دی تھی۔ سارا اس پر اپنی پسند ناپسند واضح کر کے بڑی مطمئن کھڑی تھی' جب وہ بمشکل اپنے قدموں کو گھسیٹتا اس کے مقابل آیا اور قدرے شکستہ لہجے میں بولا۔

"تم نہیں جانتیں سارا کہ سچی محبت اس کائنات کی سب سے بڑی خوشی اور طاقت ہے' میرا دل کھول کر دیکھو کتنا قیمتی ہے' تمہارا نوید صدیقی' خود بھی بک جائے تب بھی اس دل کی قیمت نہیں چکا سکتا۔ کاش۔ کاش سارا! تم جان سکتیں کہ آج اس لمحے تم نے کیا کھو دیا ہے۔"

دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ نم لہجے میں کہتا وہ پھر ایک لمحے کے لیے بھی اس کے مقابل نہیں ٹھہرا تھا۔ سارا حبیب بغور اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتی' بے نیازی سے کندھے اچکا کر رہ گئی تھی۔

تم مجھے چاہو گی اک دن دیکھنا
ہاں چلی آؤ گی اک دن دیکھنا
اس عشق نے مجھ کو جلایا ہے
تم بھی جل جاؤ گی اک دن دیکھنا

وہ سارا کے کمرے سے باہر آیا تو موسم کی خنکی کا احساس مزید شدید ہو گیا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اسے شدید بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ مگر اب چند لمحوں کے بعد جیسے ہر چیز سے دل بھر گیا تھا۔

ضبطِ گریہ کی کوشش میں آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

تھکے تھکے نڈھال قدم اٹھاتا وہ صحن میں سیڑھیوں پر آ بیٹھا تھا۔

اسے یاد آ رہا تھا' وہ بہت چھوٹا سا تھا جب اچانک اس کی والدہ کی وفات ہو گئی تھی۔ اس وقت اسے شعور نہیں تھا۔ لہٰذا اپنی جنت کے چھن جانے پر رو نہیں سکا تھا۔ تاہم اس سانحے کے کچھ ہی عرصے بعد جب اس کے بابا نے کسی دوسری عورت سے شادی کر کے اسے

اپنے گھر کی مالکن بنایا تو وہ بہت رویا تھا۔

گو اس وقت بھی وہ زیادہ باشعور نہیں تھا مگر اچانک ماں کی عدم موجودگی نے اسے حساس بنا ڈالا تھا' اوپر سے جو عورت "ماں" بن کر اس کے گھر میں آئی تھی' وہ ماں تو دور ایک انسان کہلانے کے لائق بھی نہیں تھی۔

بہت سارے دن بھوکے پیاسے رہ کر' سوتیلی ماں کے ظلم سہنے کے بعد جب وہ اس زندگی سے تنگ آ گیا تو ایک روز بھاگ کر عابدہ بیگم کے پاس چلا آیا' وہ اس کی اکلوتی پھوپھو تھیں اور اولاد نرینہ سے محرومی کے باعث اس سے بے حد پیار کرتی تھیں۔

یہیں آ کر جاذب نے ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ عابدہ بیگم کے شوہر حبیب علی پر فالج کا پہلا حملہ ہوا تو وہ بستر سے لگ کر رہ گئے۔ جاذب نے تعلیم کو خیرباد کہہ کر چھوٹی موٹی ملازمت کی تلاش شروع کر دی۔

وہ اس گھرانے کو کسی آزمائش میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا تھا' یہی وجہ تھی کہ ان کی خوشیوں کے لیے صبح سے رات گئے تک کولہو کے بیل کی طرح کام کرتا اور اس پر بھی خوش رہتا۔ ساجد علی کی وفات کے بعد ساری ذمہ داری اس کے سر پر آ پڑی تھی۔

عابدہ بیگم کو وہ اپنی ماں ہی سمجھتا تھا' جبکہ سارا کو چھوڑ کر ان کی باقی تین بیٹیوں کو اس نے کبھی اپنی بہنوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا تھا۔

سارا چار بہنوں میں سب سے بڑی اور سب سے زیادہ چرب زبان تھی۔ وہی جاذب کے ساتھ سب سے پہلے فری ہوئی تھی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک اس پر رعب جماتی آئی تھی' اپنا اسکول کا ہوم ورک روزانہ' وہ بڑے دھڑلے کے ساتھ اس سے کرواتی تھی۔ اپنی چھوٹی سے چھوٹی بات اسے بتاتی' اس کا ہر مسئلہ وہی حل کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ جاذب قطعی بے ساختگی میں اس کی طرف کھنچتا چلا گیا تھا۔

بچپن رخصت ہوا اور جوانی آئی تو سارا سے اس کا لگاؤ محبت میں ڈھل گیا اور یہ محبت کب وقت کے ساتھ ساتھ جنون میں ڈھلی اسے مطلق خبر نہ ہو سکی۔

اسے خود پر سارا کا رعب جمانا بھی اچھا لگتا تھا۔ اور اسے تھوڑا تنگ کر کے اس کا ہر حکم بجا لانا بھی خوب بھاتا تھا۔ سارا کو چٹ پٹی چیزیں اچھی لگتی تھیں' وہ اس کی خوشی کے لیے روزانہ کوئی نہ کوئی چیز اٹھا لاتا۔ عابدہ بیگم اسے منع بھی کرتیں' اور کبھی کبھار فضول خرچی پر ڈانٹ بھی دیتیں' مگر وہ ہنس کر ایک کان سے سنتا اور دوسرے سے اڑا دیتا۔

سارا کے معاملے میں کسی کی نصیحت اس پر کوئی اثر نہیں کرتی تھی۔

سارا سے چھوٹی فائزہ' حسن اور سلیقہ میں بے مثال تھی' مگر وہ خاموش طبع لڑکی تھی' زیادہ وقت اپنی کتابوں کے ساتھ مصروف رہتی۔ یا کچن میں گھسی کچھ نہ کچھ پکاتی رہتی۔

سارا کے ساتھ اس نے بھی صرف میٹرک کیا تھا' بعد میں فراغت سے تنگ آ کر پرائیویٹ انٹر کی تیاری شروع کر دی اور انٹر میں اچھے نمبروں سے پاس ہونے کے بعد گریجویشن کرنے کا ارادہ کر لیا۔ جاذب نے اس سے متاثر ہو کر کئی بار سارا کو بھی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے کہا' مگر اس کا ہمیشہ ایک ہی جواب ہوتا تھا۔

"میں کیوں مفت میں اپنا دماغ کھپاؤں' سولہ پڑھ کر بھی چولہا چوکی کرنی ہے اور بچے ہی پالنے ہیں تو پھر میٹرک کیا کم ہے' فضول کی ٹینشن نہیں لیتی میں۔"

جواباً وہ خاموش رہ جاتا۔

فائزہ سے چھوٹی عائزہ بھی بہت ذہین تھی۔ سب ہی اس کی سمجھداری کی وجہ سے اسے پسند کرتے تھے۔ سارا کے بعد وہی جاذب کے زیادہ قریب تھی۔

عائزہ سے چھوٹی فرا تھی' جو عام سی شکل و صورت کی حامل تھی۔ مگر حساس بہت زیادہ تھی۔ کچھ تو روپ رنگ اور سے اس کی "ناپسندیدہ آمد" اسے حساس بنانے کے لیے کافی تھی وہ بھی فائزہ کی طرح خاموش طبع اور سلیقہ مند تھی۔ اپنے اسکول کی ذہین ترین طالبات میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ جاذب اس سے بہت

www.pkdigest.com

پیار کرتا تھا اور اس کی خوشی کا پورا خیال رکھتا تھا۔

اپنے پھوپھا کی رحلت کے بعد تو وہ اور بھی ذمہ داری سے ان سب کا خیال رکھنے لگا تھا۔ عابدہ بیگم کے لب اس کے لیے دعائیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔

زندگی میں سب کچھ ہی تو حاصل ہو گیا تھا۔ مگر اب بھی کہیں اگر کوئی کمی تھی' تو وہ صرف محبت کی تھی۔ اس کے اندر بچپن کی معصوم حسرتیں اب بھی سر اٹھاتی تھیں۔ کبھی کبھی شدت سے اس کا دل چاہتا کہ کوئی اس کی دھڑکنوں کی آواز سنے اور اس کے جذبوں کا راز پالے' اسے ڈھیر سارا پیار کرے' خود سے بڑھ کر اس کا خیال رکھے' اسے یوں خود میں سموے کہ زندگی کی ساری محرومیوں کا ازالہ ہو جائے۔

اور ایسا سوچتے — ہوئے صرف سارا حسیب کا چہرہ ہی اس کی نگاہوں میں آیا تھا' جو اپنی خود سری کے باوجود اسے بے حد اچھی لگتی تھی۔

آج تک کیا نہیں کیا تھا اس نے سارہ حسیب کے لیے۔ مگر وہ اس کی وفاؤں کی اہل نہیں تھی۔ اس کے دل نے غلط انتخاب کیا تھا اور یہی غلط انتخاب اسے جلا رہا تھا۔

وہ کبھی سوچ ہی نہیں پایا تھا کہ سارا کی خواہشات کیا ہیں؟

آئندہ زندگی کے لیے اس کی سوچ اور تقاضے کیا ہیں؟ جان جاتا تو شاید آج اتنا دکھی نہ ہوتا۔ ہوا میں خنکی بڑھتی جا رہی تھی۔ مگر وہ بے نیاز سا ٹھنڈی سیڑھیوں پر بیٹھا ضبط سے آنسو پیتے ہوئے دل کے اندر ہی گراتا رہا۔

جانے کتنا وقت یونہی بیت گیا تھا۔ جب اچانک اسے اپنے شانوں پر نرم شال کی گرماہٹ محسوس ہوئی۔ چونک کر سر اٹھاتے ہوئے اس نے اوپر دیکھا تو فائزہ اس سے کچھ ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑی بہت سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"سردی کافی بڑھ گئی ہے۔ میرے خیال میں اس وقت آپ کو یوں ٹھنڈی سیڑھیوں پر نہیں بیٹھنا چاہیے۔"

وہ ہمیشہ اس سے بہت مختصر بات کرتی تھی' جاذب آج تک کبھی چاہ کر بھی اس سے فری نہیں ہو پایا تھا۔ تاہم اس کی عزت اور احترام ضرور کرتا تھا۔ اس وقت بھی اس کے احساس دلانے پر فوراً "اٹھ کھڑا ہوا اور تیز قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☼ ☼ ☼

اگلے روز اسے بہت تیز بخار چڑھ آیا تھا۔

ساری رات جاگ کر انگاروں پر لوٹنے کے بعد یہ لازم بھی تھا۔ عابدہ بیگم کی گویا جان پر بن آئی تھی۔ جاذب کو ہمیشہ اپنے لیے ان کی فکر اچھی لگتی تھی مگر وہ کبھی بھی جان بوجھ کر انہیں اپنے لیے پریشان نہیں کرتا تھا۔

سارا بھی خبر ہوتے ہی اس کے کمرے کی طرف دوڑی آئی تھی۔ عابدہ بیگم وہاں موجود نہ ہوتیں تو شاید وہ رات والی بات پر اس سے مزید کچھ کہتی' معذرت ہی کر لیتی مگر عابدہ بیگم کی موجودگی میں کچھ بھی نہ کہہ سکی تھی۔

عابدہ بیگم نے اس کے ماتھے پر پٹیاں کی تھیں۔ بخار ہلکا ہو گیا تو اس کو اپنے ہاتھوں سے دلیہ کھلایا تھا' جاذب نے طبیعت سنبھل جانے پر بڑی مشکل سے انہیں واپس ان کے کمرے میں بھیجا تھا۔ خود وہ چونکہ دن بھر سویا رہا تھا لہٰذا انہیں واپس بھیج کر پلکیں موندنے کے باوجود اسے نیند نہیں آسکی تھی۔

بہت دیر تک وہ اضطراب کے عالم میں بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا تھا۔ ابھی اٹھ کر باہر جانے کا قصد کر رہا تھا کہ اچانک اس کے کمرے کا دروازہ ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلا اور اگلے ہی لمحے کوئی نہایت محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے اس کے بستر کے قریب چلا آیا۔

جاذب کو سو فیصد یقین تھا کہ یہ سارا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ سو وہ آنکھیں بند کیے بے نیاز پڑا رہا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ اتنی رات گئے یوں چوروں کی طرح اس کے کمرے میں آنے کا مقصد کیا ہے؟

جب کچھ لمحوں کے بعد اسے اپنے چہرے پر کسی کی گرم مگر سکون آمیز پھونکوں کا احساس ہوا۔ شاید نہیں یقیناً "اس پر کچھ پڑھ کر پھونکا جا رہا تھا۔ وہ از حد حیران ہوا تھا کیونکہ سارا نے آج تک کبھی جاگتے میں بھی اس کے لیے کوئی ایسا عمل نہیں کیا تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد اس کو اپنی پیشانی پر کسی کی نرم انگلیوں کی پوروں کا لمس محسوس ہوا اور اس کے پورے وجود میں جیسے بجلی سی لپک گئی۔

اس لمحے اس کا شدت سے دل چاہا تھا کہ وہ آنکھیں کھول کر اس ہستی کا دیدار تو کرے' جو اس پر چپ چاپ اپنی محبت نچھاور کر رہی تھی۔ مگر جانے کیا بات تھی کہ وہ چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکا تھا۔

تھوڑی دیر میں مسیحائی کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور اس کے قریب بیٹھی وہ ہستی جو خوشبو کا پیکر تھی' اٹھ کر واپسی کے لیے پلٹ گئی۔ تب جاذب نے ذرا سی پلکیں وا کر کے نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں آنے والی ہستی کا سراپا دیکھنا چاہا تھا۔ مگر خواہش کے باوجود وہ شناخت نہیں کر سکا۔

اگلے روز وہ بیدار ہوا تو اس کی آنکھوں میں سرخی نمایاں تھی۔

عائزہ اور فنزا نے اسکول جانے سے قبل اس کے کمرے میں آکر اس کی مزاج پرسی کی تھی' پھر روزانہ کی طرح اس سے ڈھیروں پیار لے کر خوشی خوشی اسکول روانہ ہو گئیں۔ عابدہ بیگم نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اس کے پاس ہی آبیٹھی تھیں۔

سارا اس کے لیے ناشتہ لے کر آئی تو جانے کس خیال کے تحت وہ ان سے پوچھ بیٹھا۔

"پھوپھو' آپ ہمیشہ مجھے میرا سوہنا پتر' میرا سوہنا پتر کہتی رہتی ہیں' میں بھی آپ کے لفظوں پر اعتبار کر کے خود کو سوہنا سمجھنے لگا تھا' مگر۔ کل رات مجھے پتہ چلا کہ میں کتنا بد صورت ہوں۔"

اس کے لبوں پر بڑی زخمی سی مسکراہٹ پھیلی تھی' عابدہ بیگم کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"ماں صدقے جائے تو ایسا کیوں سوچتا ہے۔؟"

"پتا نہیں پھوپھو' بس کل رات مجھے شدت سے یہ احساس ہوا کہ میں بہت بد صورت ہوں۔"

سارا اس کے الفاظ پر شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔ مگر وہ خاموش نہیں ہوا تھا۔

"آپ نے تو مجھے خوش فہم بنا دیا تھا۔ پھوپھو! شکر ہے کہ آئینہ دیکھ لیا۔"

"نہیں میرے بیٹے! مجھے تو تیرے جیسا سوہنا کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔"

وہ رو پڑی تھیں۔ جاذب نے کہنیوں کے بل اٹھتے ہوئے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر دھر لیے۔

☼ ☼ ☼

جاذب نے خود کو بہت مصروف کر لیا تھا۔

پہلے وہ صبح دیر سے اٹھتا تھا۔ پھر ناشتہ کر کے اپنی مرضی سے کام پر جاتا تھا' مگر اب اس کے معمول میں تبدیلی آگئی تھی۔

اب وہ صبح فجر کی نماز کے لیے اٹھتا۔ نماز پڑھ کر کچھ دیر قرآن پاک کی تلاوت کرتا' پھر چائے پی کر گھر سے نکل جاتا۔ پہلے دو تین روز تو اس نے چائے بھی نہیں پی تھی۔ بعد میں عابدہ بیگم کو پتہ چلا تو انہوں نے ڈانٹا' اور یوں فائزہ اب روز اسے چائے بنا کر دے دیتی۔

عابدہ بیگم اس کے صبح سویرے کام پر جانے سے بھی متفکر ہوئی تھیں مگر اس نے بہانے بنا کر انہیں راضی کر لیا تھا۔ اب صبح سویرے گھر سے نکل کر وہ کسی کی شاپ پر بیٹھتا تھا۔ پھر دو تین گھنٹے کی ڈیوٹی کے بعد اپنے مستقل کام پر چلا جاتا اور شام تک ساحل سمندر کے قریب رندا سنبھالے' کشتی میں استعمال ہونے والی لکڑیاں چھیلتا رہتا۔ گھر میں کوئی بھی اس کے اس کام سے باخبر نہیں تھا۔

کچھ ماہ پہلے تک اس نے بھی مستقل یہ کام کرنے کا قطعی نہیں سوچا تھا' مگر ایک دم سے اس کی سوچ بدل گئی تھی۔ اب اسے ایک لمحے کو بھی فارغ رہنا گوارا نہیں تھا۔

www.pkdigest.com

ہفتہ وار ملنے والی اجرت وہ خود ہی سنبھال کر جمع کرتا رہتا۔ اور مہینے کے بعد جب سات آٹھ ہزار روپے بن جاتے تو عابدہ بیگم کے ہاتھوں پر دھر دیتا۔ اسے محنت کر کے روزی حاصل کرنے میں کسی قسم کی کوئی ہتک محسوس نہیں ہوتی تھی۔

فائزہ نے انٹر کی طرح گریجویشن بھی بہت اچھے نمبروں سے کر لیا۔ اب وہ ایم اے کرنا چاہتی تھی۔ مگر عابدہ بیگم ایسا نہیں چاہتی تھیں۔ کیونکہ ان کا ارادہ اب سارا کے ساتھ ساتھ اسے بھی گھر سے رخصت کرنے کا تھا۔ اور اس سلسلے میں وہ جاذب سے بات کرنا چاہتی تھیں۔

عابدہ بیگم اس کے لیے بہت پریشان رہنے لگی تھیں۔ کیونکہ اس کا مزاج اور معمولات یکسر بدل گئے تھے۔ پہلے کی طرح سب کے درمیان بیٹھ کر ہنسنا کھیلنا، کھانا پینا سب چھوڑ دیا تھا اس نے۔ عابدہ بیگم نے ایک بار اسے احساس دلایا تو وہ مسکرا کر کہہ اٹھا۔

"وقت بدل گیا ہے پھوپھو! میری بہنیں اب بڑی ہو رہی ہیں۔ انہیں گھر سے رخصت بھی تو کرنا ہے اور ان کی رخصتی کے لیے میرا صبح شام کام کرنا بے حد ضروری ہے۔"

اس کی بات درست تھی۔ لہٰذا عابدہ بیگم سوائے اس پر نثار ہونے کے اور کچھ نہیں کہہ سکی تھیں۔

اس شام بہت دنوں کے بعد شاور لے کر وہ سب کے درمیان بیٹھا تو ایک عجیب سی سرشاری کا احساس ہوا۔ عائزہ اور فرزا کی خوشی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ عابدہ بیگم بھی مطمئن نظر آ رہی تھیں۔ جاذب نے سرسری سی نظر شوخ و چنچل سارا حسیب کے دل کش چہرے پر ڈالنے کے بعد اپنے مقابل بیٹھی فائزہ کو دیکھا، وہ اسی کی طرف دیکھتے ہوئے دل کشی سے مسکرا رہی تھی۔ اس سے نظریں ملیں تو فوراً سنجیدہ ہو گئی۔

کچھ دیر بعد وہ چائے پی کر اپنے کمرے میں آ گیا تو سارا بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئی۔

"جازی! کیا تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو۔؟"

وہ جو شرٹ اتار کر لیٹنے کا ارادہ کر رہا تھا اس کی آواز پر قدرے حیرانی سے پلٹا۔

"نہیں میں تو کبھی بھی تم سے ناراض نہیں رہا۔"

"تو پھر تم پہلے کی طرح مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے؟ الگ تھلگ کیوں رہنے لگے ہو۔؟"

"پتا نہیں شاید کچھ عقل آ گئی ہے۔"

بہت مدھم لہجے میں اس نے کہا تھا۔ پھر بات بدلتے ہوئے بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے سارا! مجھے وقتی طور پر بہت دکھ ہوا تھا کیونکہ میں نے تمہیں دوسری لڑکیوں سے بہت مختلف سمجھا تھا۔ مگر جلد ہی مجھے عقل آ گئی۔ تم اپنی جگہ پر صحیح ہو سارا۔ میرے پاس واقعی تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اور تم نے صحیح کہا تھا۔ محبت کبھی کسی انسان کا پیٹ نہیں بھرتی، ہر انسان کو اپنی زندگی اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کا حق حاصل ہے۔"

"تھینک یو سو مچ جازی، تم ریئلی بہت اچھے ہو۔"

وہ اس کے الفاظ پر خوش ہوئی تھی۔ مگر جاذب دکھ سے مسکرا اٹھا تھا۔

"پھر سے خوش فہمیوں میں مت الجھاؤ چڑیل! یہ حصار ٹوٹتا ہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔"

اس بار اس کا لہجہ اتنا مدھم تھا کہ سارا کوشش کے باوجود کچھ نہیں سن سکی تھی۔

"نوید کون ہے۔؟" کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے پوچھا۔

"میری ایک عزیز دوست کا بھائی ہے، دو سال پہلے ہم ملے تھے، تب وہ باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی ہے۔ خود مختار ہے۔ امی نے بھی دیکھا ہے اسے بہت اچھا لگا ہے وہ ان کو بھی۔"

"اوکے اب تم جاؤ پلیز، میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

ایک دم اسے ٹوکتے ہوئے وہ پھر روڈ ہو گیا تھا۔ سارا کو اس کا رویہ بے حد برا لگا۔ وہ فوراً ہی اس کے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

کبھی شکستوں کے دکھ اٹھائے تو اس سے پوچھوں
وہ میری مانند ٹوٹ جائے تو اس سے پوچھوں
اسے بھی کوئی ستارہ منزل سے دور کر دے
اسے بھی رستہ نظر نہ آئے تو اس سے پوچھوں
سفر میں وہ بھی کسی کڑے امتحاں سے گزرے
اسے بھی یوں کوئی آزمائے تو اس سے پوچھوں
اسے محبت میں کون سا دکھ دیا ہے میں نے
کبھی نظر سے نظر ملائے تو اس سے پوچھوں
میری طرح دن چڑھے تک وہ بھی نہ سوئے
اسے بھی شب بھر نہ نیند آئے تو اس سے پوچھوں

وہ سارا حسیب کے ساتھ ساتھ خود سے بھی ناراض تھا۔ ہزار خود کو سمجھانے کے باوجود اس کا دل سارا حسیب سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھا۔ وہ گھر میں آتا تھا تو سانس جیسے سینے میں گھٹنے لگتی تھی۔ جبکہ سارا کا چہرہ اب بھی پہلے کی طرح شاداب تھا۔

✡ ✡ ✡

www.pkdigest.com

اس روز رات میں حسب معمول وہ کافی دیر سے گھر واپس لوٹا تھا۔ [illegible] آتا تھا۔ لہٰذا چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ مگر برآمدے سے گزرتے ہوئے، اچانک اس کے قدم ٹھٹھک گئے۔

رات کے اس پہر سارا، بڑے مگن انداز میں ٹیلی فون اسٹینڈ کے قریب کھڑی، کسی سے کہہ رہی تھی۔

"آپ کب آئیں گے نوید، گھر والے اب زیادہ دن مجھے آزاد نہیں رہنے دیں گے، چند روز پہلے میں نے اپنے کزن کو بھی آپ کے بارے میں بتا دیا ہے۔ اماں ہم بہنوں کی وجہ سے بہت پریشان رہتی ہیں۔ پلیز جلد واپسی کا پروگرام بنائیں۔ نہیں تو کسی اور کے ساتھ رخصت کر دیں گے یہ مجھے۔"

دوسری طرف نوید نے شاید انتظار کرنے کو کہا تھا تب ہی اس نے کہا تھا۔

"وہ تو کر ہی رہی ہوں۔ مگر ڈر لگتا ہے۔ آپ کی واپسی سے قبل کہیں کچھ اور نہ ہو جائے۔ وقت تیزی سے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ اب تو عائزہ اور فرزا بھی مجھ سے بڑی لگنے لگی ہیں۔"

اس نے شاید پھر امید کے پھول تھمائے تھے تب سارا کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی اور اس نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

دل میں بہت سی حسرتیں پنپ رہی تھیں۔

خود اچھی زندگی بسر کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے گھر والوں کو سپورٹ کرنے کی خواہش بھی رکھتی تھی۔ اسی لیے اب تک جس کسی نے بھی رشتے کی غرض سے ادھر کا رخ کیا تھا۔ اس نے اوٹ پٹانگ حرکتیں کر کے انہیں بھگا دیا تھا۔

جاذب اتنے سالوں سے یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ اس کے لیے ایسا کر رہی ہے۔ مگر وہ "کس" کے لیے ایسا کر رہی تھی، یہ اب اسے معلوم ہوا تھا۔ پچھلے دو سالوں میں کتنا بدل لیا تھا اس نے خود کو۔ وہ جو ہر وقت ہواؤں کے رتھ پر سوار رہتی تھی۔ اب گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ جیسے ڈھتی جا رہی تھی۔

وقت مزید تیزی سے آگے بڑھ آیا تھا۔

جاذب کا کام بڑھ گیا تھا۔ اب اکثر رات میں بھی وہ گھر واپس نہیں آتا تھا۔ فائزہ نے بی اے کی طرح ایم اے بھی نہایت اچھے نمبروں سے پاس کر لیا۔ گھر کی تمام ذمہ داری بھی پہلے سے بڑھ کر اس نے سنبھالی تھی۔ جاذب کے تمام چھوٹے موٹے کام بھی وہی سرانجام دیتی تھی، سارا اب یا تو خود کو کمرے میں محصور رکھتی یا جاب کے سلسلے میں گھر سے باہر رہتی۔

عابدہ بیگم کی صحت اب پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ بیٹیوں کی فکر انہیں ہر وقت مختلف سوچوں کے حصار میں جکڑے رہتی تھی۔ اب جو بھی لوگ سارا، فائزہ کو دیکھنے آتے وہ فائزہ کے ساتھ ساتھ عائزہ کو بھی پسند کر لیتے۔ نتیجتاً عابدہ بیگم کو خاموشی اختیار کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ وہ ہر صورت پہلے سارا کے فرض سے ہی سبک دوش ہونا چاہتی تھیں۔ جاذب سب کچھ دیکھتے

اور جانتے ہوئے بھی خاموش تھا۔ اور سارا اس کی اسی خاموشی پر کڑھ رہی تھی۔

اس نے جاذب سے کہا تھا کہ وہ عابدہ بیگم سے بات کرے اور انہیں سمجھائے کہ وہ سارا کے چکر میں دوسری بیٹیوں کے اچھے رشتے نہ گنوائیں، مگر وہ ابھی تک ان سے اس مسئلے پر بات نہیں کر سکا تھا۔

عائزہ نے قد کاٹھ بہت اچھا نکالا تھا۔ شکل و صورت کے لحاظ سے بھی وہ بالکل فائزہ پر گئی تھی۔ خوش اخلاق بھی تھی اور خوش لباس بھی۔ لہٰذا سب اسی کے گرویدہ ہو گئے تھے۔

آج کل رشتے کے لیے آنے والی زیادہ تر خواتین اسی کو پسند کر جاتی تھیں اور یہی بات عابدہ بیگم کو پریشان کر رہی تھی۔ مگر سارا کو ان کی پریشانی کا احساس نہیں تھا۔ وہ اپنی ہی دنیا میں مدہوش تھی۔

نوید نے ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی اس پر اپنا حصار تنگ کر رکھا تھا۔ صرف اس کے حصول کے لیے وہ اپنی ماں بہنوں، جاذب اور زندگی کے من پسند مشاغل سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔

جاذب نے دن رات کی محنت سے کافی روپے جمع کر لیے تھے اور اب اس کا ارادہ ملک سے باہر جانے کا تھا۔ اس سلسلے میں ابھی تک وہ عابدہ بیگم سے بات نہیں کر سکا تھا۔ تاہم اس نے انہیں اس بات کے لیے قائل کر لیا تھا کہ اب فائزہ، عائزہ اور سارا میں سے جس کا رشتہ بھی آئے وہ بڑی چھوٹی کے مسئلے کو سائیڈ پر رکھ کر "فوراً" طے کر دیں۔

اس سلسلے میں اس نے سارا سے بھی بات کی تھی اور اسے سختی سے ہدایت کی تھی کہ وہ نوید سے جلد پاکستان واپسی کے سلسلے میں بات کرے کیونکہ وہ عابدہ بیگم کو مزید پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ اور سارا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جلد از جلد نوید کی پاکستان واپسی کے لیے اس پر دباؤ ڈالے گی۔

☆ ☆ ☆

اس روز خلاف معمول طبیعت ناساز ہونے کی بنا پر وہ دوپہر میں گھر آ گیا تھا۔ اور خاصا حیران ہوا تھا۔ کیونکہ بھرے گھر میں کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بیرونی دروازہ بھی بند نہیں تھا۔

عائزہ اور فرا تو اسکول کالج گئی ہوئی تھیں۔ یہ اسے معلوم تھا۔ مگر فائزہ، سارا اور عابدہ بیگم کی غیر موجودگی اسے ضرور حیران کر رہی تھی۔ اسی حیران کن الجھن میں مبتلا وہ آگے بڑھ رہا تھا جب اچانک فائزہ کو اپنے کمرے کی صفائی کرتے دیکھ کر رک گیا۔ ہر روز صبح جانے سے قبل افراتفری میں وہ کافی پھیلاوا بکھیرتا تھا، مگر روز رات میں اسے اپنا کمرا نئے سرے سے سجا سنوار ملتا تھا۔

وہ حیران ہوتا تھا کہ سارا اس سے دلی وابستگی نہ ہونے کے باوجود اس کا کتنا خیال رکھتی ہے۔ مگر یہ انکشاف بھی ابھی ہوا تھا کہ اس کا اتنا خیال رکھنے والی سارا حسیب نہیں، بلکہ فائزہ حسیب تھی، جو چپ چاپ بنا کسی صلے اور تمنا کے اس کی خدمت کر رہی تھی۔

جاذب کو تلے ہوئے پکوان پسند تھے۔ جب بھی بارش برستی وہ سارا سے پکوڑوں اور چپس وغیرہ کی فرمائش کرتا تھا مگر عموماً" وہ اس کی فرمائش ٹال دیا کرتی تھی۔ جبکہ فائزہ بنا کہے کچھ ہی دیر میں پکوڑوں اور چپس کے ساتھ ساتھ جانے اور کیا کیا بنا لاتی تھی۔

اس وقت بھی وہ اپنے دھنک رنگ آنچل سے اس کی تصویر صاف کرتے ہوئے بے آواز رو رہی تھی۔ اور وہ دروازے کی چوکھٹ پکڑے کھڑا اس وقت ششدر رہ گیا تھا، جب تصویر صاف کرنے کے بعد اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے اچانک اپنے لب اس کی سادہ سی تصویر پر رکھ دیے۔

اس ایک لمحے میں اس پر یہ راز کھلا تھا کہ اس رات جب وہ تیز بخار میں پھنک رہا تھا تو اس پر دم کر کے اپنی محبت لٹانے والی وہ مسیحا لڑکی کون تھی؟

وہ چہرہ جو سارا حسیب کو بدصورت لگتا تھا اسی چہرے کی وہ لڑکی پرستش کر رہی تھی جو خود حسن اور سلیقہ میں بے مثال تھی۔

وہ تیزی سے واپس پلٹا تھا اور برابر کے کمرے میں آ کر عابدہ بیگم کے بستر پر ڈھے گیا تھا۔

محبت کا جو رنگ ابھی ابھی اس پر منکشف ہوا تھا، وہ کتنا مختلف تھا؟

کیسی محبت تھی اس کم گو لڑکی کی، جس میں کوئی غرض، کوئی مفاد، کوئی صلہ پوشیدہ نہیں تھا، یہاں تک دل کی چوری پکڑے جانے کے خوف سے وہ کبھی اس کے سامنے اپنی نگاہیں بھی نہیں اٹھاتی تھی۔

اس کی دھڑکنیں طوفان اٹھا رہی تھیں۔

وہ رونا چاہتا تھا۔ اپنے غلط انتخاب پر، اپنے سچے جذبوں کی بے قدری پر۔ مگر۔ آنکھیں تو جیسے پتھرا گئی ہو گئی تھیں۔

مرد کے لیے رد کیے جانے کا دکھ بہت بڑا اور ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ وہ بھی پل پل اپنی تحقیر پر کڑھتا رہتا تھا۔ مگر آج۔ اس لمحے وہ تکلیف، تکلیف کی وہ شدت پہلے سی نہیں رہی تھی۔ اس کے اندر چھا جانے پر ایک انوکھا سا احساس جاگا تھا اور یہی احساس اسے پھر سے زندہ ہونے کا پتہ دے رہا تھا ورنہ پچھلے دو تین سالوں میں خود کو بے دردی سے ضائع کرنے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

چہرہ کیسا بے رونق ہو گیا تھا، آنکھوں کے نیچے حلقے پڑ گئے تھے، مسلسل محنت کی وجہ سے ہاتھ الگ کھردرے ہو گئے تھے۔ صحت بھی پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ زندہ رہنے کا جیسے مقصد ہی ختم ہو گیا تھا۔ مگر آج اس لمحے روح کے کسی کونے میں تھکی ماندی زندگی نے پھر سے کروٹ لی تھی۔ فائزہ اس کا کمرا صاف کر کے، عابدہ بیگم کے کمرے کی طرف آئی تو اسے بستر پر لیٹے دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"آ۔۔۔ آپ کب آئے؟"

"ابھی تھوڑی دیر پہلے، طبیعت ٹھیک نہیں ہے، کام بھی نہیں ہو رہا تھا اسی لیے گھر چلا آیا، سارا اور پھوپھو کہاں ہیں۔۔؟"

آج اس نے پہلی بار بہت غور سے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔ بے شک وہ بے مثال لڑکی تھی۔ مگر اس کے باوجود بھی سارا کی جگہ نہیں لے سکی تھی۔

"امی سارا کے ساتھ بازار گئی ہیں۔ کچھ چیزیں لانی تھیں۔ نوید بھائی پاکستان آ گئے ہیں ناں، اس لیے۔"

نظریں بدستور جھکائے اس نے ہمیشہ کی طرح بہت سادہ لہجے میں جواب دیا تھا۔ تاہم جاذب کے اندر جیسے پھر سے بے چینی دوڑ گئی۔

"اوکے، پلیز۔ ایک کپ چائے بنا دو، میرا سر بہت درد کر رہا ہے۔"

سخت لہجہ بدلتے ہوئے وہ آنکھوں پر بازو رکھ کر سو تا بن گیا تو فائزہ بھی فوراً" پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ وہ اس کا دکھ سمجھتی تھی۔

سارا سے اس کی والہانہ محبت بھی اس سے پوشیدہ نہیں تھی، مگر اس کے باوجود وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس موضوع پر جتنی بار بھی اس نے سارا سے بات کر کے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی، اس نے اسے بری طرح لتاڑ کر رکھ دیا تھا۔ ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دے دیا تھا کہ اگر اسے جاذب کا اتنا ہی خیال ہے اور دل میں اس کے لیے اتنی ہی ہمدردی ہے تو وہ خود اس سے شادی کر لے، کم از کم وہ تو مزید غربت کی چکی میں پسنے کی خواہش نہیں رکھتی۔

اور اس کے مشورے پر وہ محض حسرت سے آہ ہی بھر سکی تھی۔ کیونکہ جاذب کی نگاہ میں مقام پانا اس کے اپنے اختیار میں نہیں تھا۔

سارا نوید کی پاکستان آمد پر بے تحاشا خوش تھی۔ اس کا غرور بھی دیکھنے کے لائق تھا یوں اتراتی پھرتی تھی جیسے ہواؤں پر حکمرانی کا راج مل گیا ہو۔ جاذب کے ساتھ ساتھ اب اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی اس کا رویہ کافی تبدیل ہو گیا تھا۔ بے وجہ سب پر رعب جمانے لگی تھی۔

جاذب اس کے خوشی سے دمکتے چہرے کو بہت حسرت زدہ سی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

جانے اس شخص میں کیا خوبی تھی۔ جو وہ اس کی محبتوں کے خزانے کو ٹھوکر مار کر اس شخص کے لیے دیوانی ہوئی جا رہی تھی۔

www.pkdigest.com

اس کا دکھ پھر سے بڑھ گیا تھا۔ خود کو ہزار حیلوں سے بہلانے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہو رہی تھی۔

رقابت کی جلن اسے کسی پل چین لینے نہیں دے رہی تھی۔

اب اس نے اور بھی تیزی سے اپنے باہر جانے کی کوششیں تیز کردی تھیں۔

☼ ☼ ☼

نوید اور اس کے گھر والے آئے تھے۔ سارا نے خود کو یوں شوق سے سجایا سنوارا تھا کہ کوئی کمی نہ رہنے دی تھی، شاید اسے خدشہ تھا کہ کہیں کسی معمولی سی کمی کے باعث وہ مسترد نہ کردی جائے، مگر دل کو اپنی جگہ نوید کی وفاؤں پر یقین بھی تھا۔ جاذب نے اس موقع پر صرف اس کی خوشی کے لیے نہ صرف عابدہ بیگم کے سامنے انجانے نوید کی تعریفوں کے پل باندھے تھے، بلکہ بجٹ کی پروا کیے بغیر، لوازمات کے ڈھیر لگا دیے تھے۔ وہ اسے کسی بھی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔

عابدہ بیگم نے اس بار یہ ہوشیاری کی تھی کہ فائزہ اور عائزہ کو مہمانوں کے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیا تھا۔ ان کی خاطر مدارت کے فرائض بھی انہوں نے خود ہی جاذب کے ساتھ مل کر سرانجام دیے تھے۔ فائزہ اور عائزہ مہمانوں کے جانے تک اوپر چھت پر بیٹھی رہی تھیں۔

خدا خدا کرکے یہ بیل منڈھے چڑھی اور اس کا رشتہ طے ہوگیا۔

اپنا من پسند ہم سفر مل جانے کی خوشی میں وہ دنیا کے ساتھ ساتھ دین سے بھی یکسر غافل ہوتی جارہی تھی۔ پہلے دن میں عابدہ بیگم کے ڈانٹنے پر دو چار نمازیں پڑھ لیتی تھی۔ اب ان کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ ہمہ وقت وہ ہوتی اور اس کا موبائل فون، جو نوید نے اسے منگنی کے تحفے کے طور پر خرید کر دیا تھا۔

جاذب کی صحت تیزی سے گرتی جارہی تھی۔

رات میں دیر تک جاگنے کے ساتھ اب اس نے اسموکنگ بھی شروع کردی تھی۔

اس روز شام میں وہ گھر واپس آتے ہوئے اپنے دوست سے ویزے کے بارے میں بات کر رہا تھا جب اچانک اس کا بائیک سامنے سے آتی گاڑی کے ساتھ ٹکرا گیا۔ اور خود کو لاکھ سنبھالنے کی کوشش کے باوجود، گہری چوٹ لگوا بیٹھا۔

اس کا دوست جس کے ساتھ وہ گھر واپس آرہا تھا فوری طور پر اسے ہاسپٹل لے گیا۔ جہاں اس کی ٹانگ پر پلستر چڑھا، پیشانی پر ٹانکے لگے اور کہنی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو عارضی طور پر جوڑ کر اس کی مرہم پٹی کی گئی۔ دو اڑھائی گھنٹے وہاں رکنے کے بعد، جس وقت وہ اپنے دوست کے ساتھ "اس کا سہارا لے کر گھر کی دہلیز پر قدم رکھا۔ صحن میں کھڑی فائزہ کے ہاتھ سے آٹے کا تسلہ چھوٹ کر زمین پر آگرا۔

عابدہ بیگم کی نگاہ جوں ہی اس کی طرف اٹھی، وہ دل پر ہاتھ رکھ کر فوراً" اس کی طرف لپکی، عائزہ اور فضا بھی پریشانی سے اس کی طرف بڑھی تھیں۔ مگر وہ اپنی جگہ پر ساکت کھڑی رہ گئی تھی، لگتا تھا جیسے اس کے وجود میں ہلنے کی سکت بھی نہ رہی ہو۔

جاذب نے ایک مرتبہ پھر اس کے چہرے سے نگاہ چرائی تھی۔

رات میں جب وہ سب کو اپنے حادثے کی تفصیل بتا کر مطمئن کرچکا، تو بظاہر اس کے لیے متفکر سارا نے قدرے ناراضی سے کہا تھا۔

"تم حد سے زیادہ لاپروا ہوتے جارہے ہو جاذی، بندہ روڈ پر تو دیکھ بھال کر چلے۔ ابھی اگلے ہفتے پھر نوید کے گھر والے آرہے ہیں، اب ان کی خاطر مدارت کون کرے گا۔ تم تو پندرہ بیس روز سے پہلے چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے، کتنی شرمندگی ہوگی اب ان کے سامنے۔"

وہ خود غرض لڑکی اب بھی صرف اپنے لیے سوچ رہی تھی۔

کمرے میں عابدہ بیگم نہیں تھیں، صرف وہ، سارا، فائزہ اور فضا تھیں۔ عائزہ اس کے لیے کچن میں کچھ بنا رہی تھی جبکہ عابدہ بیگم اس حادثے کے بعد اس کی سلامتی پر شکرانے کے نوافل ادا کر رہی تھیں۔

فائزہ نے سارہ کے الفاظ پر کچھ کہنے کے لیے لب کھولنا چاہے تھے۔ مگر اس سے پہلے ہی وہ بول اٹھا تھا۔

"تم فکر نہ کرو سارا! وہ لوگ آئیں گے تو سارا انتظام ہوجائے گا، تمہیں ان کے سامنے شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی اور نہ ہی میں اپنی زندگی میں ایسا کوئی موقع آنے دوں گا جب میری وجہ سے تمہیں کوئی پریشانی اٹھانا پڑے۔"

اس بار اس کے الفاظ پر جہاں سارا احساس تفاخر سے مسکرائی تھی۔ وہیں فائزہ چپ چاپ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

اس کے زخم کافی شدید تھے۔ اوپر سے سردی کے باعث ان زخموں سے اٹھتی ٹیسوں نے اسے مزید کمزور کردیا تھا۔ بہت کوشش کے باوجود وہ خود کو کراہنے سے باز نہیں رکھ سکا تھا۔ تب ہی اس نے اپنے قریب فائزہ کی بھرائی ہوئی آواز سنی تھی۔

"جاذب! کیا آپ کو بہت زیادہ درد ہو رہا ہے۔؟"

"ہاں" وہ بے بسی سے اعتراف کر گیا تھا۔ فائزہ کی دلی تکلیف مزید بڑھ گئی۔

"تم.... میں کچھ کروں؟"

ستے چہرے کے ساتھ، خوبصورت آنکھوں کو بےدردی سے رگڑتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"تم کیا کرسکتی ہو؟"

"نہیں۔ میں کوئلے دہکا کر لاتی ہوں، سنکائی کروں گی۔ تو درد میں شدت نہیں رہے گی۔"

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے، پھوپھو جاگ گئیں تو رات بھر بے آرام رہیں گی۔ تم سو جاؤ جاکر۔"

"مجھے نیند نہیں آرہی۔"

"سارا کہاں ہے سوگئی ہے کیا۔؟"

"پتہ نہیں، ابھی تھوڑی دیر پہلے تو نوید بھائی سے بات کر رہی تھی، میں نماز سے فارغ ہوئی تو وہ بستر میں جاچکی تھی۔"

سادگی سے دھیمے لہجے میں جواب دیتے ہوئے اس نے بدستور گردن جھکائے رکھی تھی۔

"ٹھیک ہے تم بھی سو جاؤ! مجھ پر بھی دوا اثر کر رہی ہے۔ میں بھی تھوڑی دیر میں سو جاؤں گا۔"

اس نے اسے وہاں سے رخصت کرنا چاہا تھا، مگر وہ ایسا کوئی ارادہ ظاہر نہ کرتے ہوئے بولی۔

"ایک بات کہوں۔ آپ مان جائیں گے ناں۔"

"کہو۔"

حقیقی معنوں میں وہ اب اس کی توجہ سے چڑنے لگا تھا۔

"آپ کام کے لیے باہر مت جائیں۔ آپ کے سوا یہاں گھر میں اور کون ہے۔ جس سے تحفظ کا احساس ہو۔" کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولی تھی یہ بات وہ جانے پچھلے کتنے دنوں سے کہنا چاہ رہی تھی۔ مگر ہمت ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

جاذب نے قدرے چونک اس کی طرف دیکھا۔ پھر بے بسی سے بولا۔

"مجھے اس بات کا احساس ہے فائزہ! مگر باہر جانا میری مجبوری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر میں تم سب لوگوں کو زندگی کی حقیقی خوشیاں نہیں دے سکتا۔"

"ٹھیک ہے، لیکن ہماری خوشیوں کے لیے کیا آپ خود کو مٹا دیں گے۔ اپنی پروا نہیں کریں گے۔ امی آپ کے لیے ہر لمحہ پریشان رہتی ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ سارا کے ساتھ آپ کی شادی کا فریضہ بھی انجام پا جائے کیونکہ آپ کی عمر بھی تو تیزی سے بڑھتی جارہی ہے۔"

وہ ان کے الفاظ پر مسکرایا تھا۔

دھیمے لہجے میں گردن جھکائے ہنستی جانے کیوں اس لمحے وہ اسے بے حد اچھی لگی تھی۔

"اچھا.... لیکن مجھے تو اپنی بڑھتی عمر کا احساس نہیں رہا۔"

"کیسے رہ سکتا ہے خود پر توجہ دیں تو احساس رہے گا ناں۔"

صرف ایک لمحے کے لیے نظریں اٹھا کر اس نے پھر

www.pkdigest.com

Noorani

جھکالی تھیں۔ پھر دکھ سے مسکرادیا تھا۔

"مت اتنی اہمیت دیا کرو مجھے میں اس قابل نہیں ہوں بنی۔"

وہ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پایا تھا۔ کہا تھا تو محض اتنا۔

"میری فکر نہ کیا کر فائزہ! سارا کے ساتھ ساتھ تمہارے اور عائزہ کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد میں اپنے لیے سوچوں گا تب تک شاید کوئی مسیحا لڑکی مل جائے۔"

وہ دیکھ سکتا تھا کہ اس کی آنکھوں کی سطح تیزی سے نم ہوگئی تھی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی کبھی بھی نہیں۔"

دھیمے بھرائے لہجے میں کہتی وہ فوراً اٹھ کر اس کے کمرے سے باہر نکل گئی تو جاذب محض سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

مجھ کو معصوم سی لڑکی پہ ترس آتا ہے
اس کو دیکھو تو محبت میں مگن کیسی ہے؟

اس بار نوید صدیقی کے گھر والے آئے تو سب نے مل کر ان کی خاطر مدارت کی تھی۔

عائزہ، فائزہ اور فرا بھی نوید کو بھرپور پروٹوکول دینے کی کوشش میں بہت دیر تک اس سے ہنسی مذاق کرتی رہی تھیں۔

"ماشاء اللہ، آپ کی یہ دونوں بیٹیاں تو بہت خوبصورت ہیں۔ پچھلے اتوار گھر میں نہیں تھیں اس لیے دیکھ نہ سکے، ورنہ شاید ہمارا فیصلہ کچھ اور ہوتا۔"

نوید کی بڑی بہن نے فائزہ اور عائزہ کو بھرپور ستائشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو سارا کے ساتھ ساتھ عابدہ بیگم کے چہرے پر بھی تاریک سا سایہ لہرا گیا۔

نوید اپنی جگہ پہلو بدل کر رہ گیا تھا جبکہ کمرے کی دہلیز سے ٹیک لگائے کھڑے جاذب کے لبوں پر دکھی سی مسکان بکھر کر رہ گئی۔

بھری محفل میں سارا کی یہ توہین اسے قطعی گوارا نہ ہو سکی تھی۔

☼ ☼ ☼

ان دنوں فائزہ کے لیے بھی ایک بہت اچھا رشتہ آیا تھا۔ لڑکا ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔ گھر میں صرف ایک بوڑھی ماں اور بہن تھی۔ بڑی بہن جس کی شادی ہو چکی تھی اسی نے فائزہ کو اس کی دوست کے گھر دیکھ کر اپنے بھائی کے لیے یہ رشتہ ڈالا تھا۔

عابدہ بیگم کے پاؤں تو خوشی سے زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ اللہ نے کتنی جلدی ان کی سن لی تھی۔ ان کے ہونٹ اللہ کی پاک ذات کا شکر ادا کرتے نہ تھک رہے تھے۔ مگر فائزہ مسلسل رو رہی تھی۔

اس کو نہ لڑکے کی اچھی پوسٹ سے دلچسپی تھی نہ اس کے اعلیٰ گھرانے سے۔ اس کا ایک ہی راگ تھا۔

"مجھے شادی نہیں کرنی، کسی سے بھی نہیں۔"

جاذب اس کے انکار کی وجہ جانتا تھا اسی لیے اسے سمجھانا چاہتا تھا۔

اپنی حیثیت، کام اور شکل صورت کے معاملے میں اب بہت زیادہ احساس کمتری اس کے اندر در آئی تھی۔ وہ اس کانچ سی نازک حساس لڑکی کو کوئی دکھ دینا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے اب تک لب سی رکھے تھے ورنہ وہ اس کی محبت کی شدتوں سے بے خبر نہیں تھا۔

اس کے باہر جانے کی تیاریاں بھی شروع ہو گئی تھیں۔ گھر کا ماحول عجیب سا بنا ہوا تھا۔

عابدہ بیگم اتنے اچھے رشتے سے فائزہ کے انکار کو قطعی نہیں سمجھ پا رہی تھیں۔ اسی لیے پریشان تھیں۔ جاذب اس روز رات میں ذرا جلدی گھر آگیا تھا۔ ارادہ فائزہ سے بات کر کے اسے سمجھانے کا تھا۔ اسی غرض سے عابدہ بیگم سے سلام دعا کرنے کے بعد وہ فائزہ کے کمرے کی طرف آیا تو سارا کی کمرے میں موجودگی نے اس کے قدم وہیں دہلیز سے باہر روک لیے۔

غالباً "نہیں یقیناً" اندر اسی کے بارے میں بات ہو رہی تھی۔

"پاگل پن کا مظاہرہ مت کرو فائزہ! خوب اچھی

www.pkdigest.com

طرح سمجھتی ہوں کہ تم اتنے اچھے رشتے سے انکار کیوں کررہی ہو۔ مگر کان کھول کر سن لو۔ آج کل محبت کسی کو آسودگی نہیں دیتی۔ آج کل ہر طرف صرف پیسے کی قدر ہے' جس بندے کے پاس پیسہ ہو' صرف وہی زندگی کے حقیقی رنگوں کا لطف اٹھا سکتا ہے۔ ورنہ ہم مڈل کلاس گھرانوں کی لڑکیاں ساری زندگی دو جمع دو کرتی لاتعداد مسائل کا شکار ہو کر مرجاتی ہیں۔ قسمت سے اگر تمہیں راج کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ تو کیوں فضول حماقت کا مظاہرہ کررہی ہو' وہ جاذب کا بچہ' کچھ نہیں دینے والا تمہیں۔ اچھی خوراک اور لباس بھی نہیں۔"

"مجھے اچھی خوراک اور لباس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتی کہ وہ مجھ پر اپنی محبتیں لٹائے' کچھ نہیں مانگتی' سوائے اس چیز کے کہ وہ میرے پاس میری آنکھوں کے سامنے رہے کیونکہ میں اسے دیکھے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ سوائے اس کے میرے لیے زندگی کا کوئی مقصد' کوئی حسن نہیں۔"

جاذب کو لگا اس لڑکی نے محض ایک لمحے میں اس کا کھوکھلا بت پاش پاش کرکے رکھ دیا ہو۔

"تم پاگل ہوگئی ہو' تمہیں کچھ بھی سمجھانا نری حماقت ہے۔ شاید تم جانتی نہیں ہو کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اس کے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ اچھے جملے' کچھ خواب بھی نہیں ہیں۔"

سارا تلملاتی ہوئی لگ رہی تھی مگر فائزہ مسلسل رو رہی تھی۔

"میں خوابوں میں نہیں جیتی' وہ حقیقت میں میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے اور میں اس حقیقت کو خواب بنانا نہیں چاہتی' وہ میرا آئیڈیل ہے سارا! میں اسے اپنے اندر سے نکال کر کسی اور مرد کو اس کی جگہ نہیں دے سکتی۔ وہ جیسا بھی ہے' میرے لیے کل کائنات ہے۔"

"ٹھیک ہے تو پھر ہو اسی چار مرلے کے مکان میں ساری عمر نوکرانی بن کر۔ کرو اس کی خدمتیں چھوٹی چھوٹی آسائشوں کو ترستے ترستے مرجانا۔ تم جیسی عقل سے پیدل لڑکیوں کی زندگی کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔" اس نے تنفر سے کہا

"وہ مجھے اپنی خدمت کی اجازت تو دے سارا! میں ساری زندگی چپ چاپ اس کے قدموں میں بسر کرلوں گی۔ کبھی کسی کو الزام نہیں دوں گی۔"

"ہاں' ابھی عشق کا بھوت سوار ہے نا دماغ پر' اس لیے ایسی باتیں کررہی ہو۔ کل کو مجھے عیش کرتے ہوئے دیکھو گی تو ٹھنڈی آہیں بھرو گی مگر افسوس تمہیں کوئی نوید نہیں ملے گا۔"

اس کا لہجہ غرور سے پر تھا۔ جاذب کے لیے مزید وہاں کھڑے رہنا دشوار ہوگیا۔ اندر سینے میں جیسے بہت سارا دھواں بھر گیا تھا۔

ایک ہی گھر میں بسنے والی دو بہنوں کی رائے اور سوچ اس کے بارے میں کتنی مختلف تھی۔

وہ لڑکی جسے اس نے دل کی گہرائیوں سے ٹوٹ کر چاہا تھا جسے بے تحاشا محبت اور عزت دی تھی' وہ اسے کتنا بے مول کرگئی تھی اور وہ لڑکی جسے آج تک کبھی اس نے نگاہ بھر کر دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی' وہ اسے انسان سے دیوتا بنا کر انمول کرگئی تھی۔

اسے اپنی بے بسی پر رونا آرہا تھا۔ کوئی ایسی جگہ دکھائی نہیں دے رہی تھی' جہاں وہ اپنا شکستہ وجود گھسیٹ کرلے جاتا۔

اس رات وہ بے چینی سے بستر پر پہلو بدل رہا تھا' جب اس نے ایک مرتبہ پھر فائزہ کو اپنے روم میں داخل ہوتے دیکھا۔ اس کے کمرے کی لائٹ چونکہ جل رہی تھی اور وہ اضطراب سے پاؤں بھی ہلا رہا تھا' لہٰذا فائزہ کی آمد پر پھر سے حیران ہوتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"تم... یہاں...؟"

"ہاں' مجھے آپ سے کچھ بات کرنا تھی۔" چہرے کے ساتھ ساتھ اس کی آواز بھی بھیگی ہوئی تھی۔

"ہاں' کہو۔ میں سن رہا ہوں۔"

اسے پھر اس پر غصہ آیا تھا مگر وہ اس کے غصے سے بے نیاز نم لہجے میں بولی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی۔ آپ پلیز امی کو سمجھا لیں۔ وہ آپ کی کوئی بات نہیں ٹالتیں۔ میں... میں ہمیشہ ان کے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ ان کا بیٹا بن کر۔"

"ان کا بیٹا میں ہوں' تم حماقت کا مظاہرہ مت کرو۔ آج کل کے دور میں اچھے رشتے ملنا بہت زیادہ مشکل ہوگئے ہیں پھر کیوں کفران نعمت کررہی ہو تم؟"

وہ نرم پڑ گیا تھا۔ جواب میں پہلی بار فائزہ نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا اور جاذب' جیسے اس کی ایک نظر کے سوال سے ہار گیا۔

اگلے چند روز میں جانے اس نے عابدہ بیگم سے کیسے بات کی کہ وہ اس کی جگہ عائزہ کی بات پکی کر آئیں۔ لڑکے والوں کو وہ دونوں ہی پسند تھیں' لہٰذا یہ معاملہ خوش اسلوبی سے نپٹ گیا۔

فائزہ اتنی خوش تھی کہ جاذب کا شکریہ ادا کرتی نہ تھک رہی تھی۔ عائزہ بھی شرمائی شرمائی سی رہنے لگ گئی تھی۔

پچھلے دنوں نوید کسی ایجنسی کے سلسلے میں دوبارہ ناروے چلا گیا تھا۔ جاذب کا ویزا بھی سعودی عرب کے لیے کنفرم ہوچکا تھا۔ لہٰذا وہ بھی اپنے دوست کے ساتھ ان سب کو اللہ کی امان میں چھوڑ کر سعودی عرب چلا گیا۔

دو سال کیسے گزر گئے' کچھ خبر نہ ہوسکی۔

ملک میں عید کا تہوار آرہا تھا اور جاذب کی خواہش تھی کہ دو سال کے بعد وہ یہ تہوار اپنے گھر والوں کے ساتھ سیلبریٹ کرے۔ سو چپ چاپ سرپرائز دینے کے چکر میں بنا خبر کیے پاکستان چلا آیا۔ اپنے گھر کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس کے ہاتھ لمحہ بھر کو کپکپائے تھے۔

دروازہ چھوٹی فروا نے کھولا تھا اور وہ اسے غیر متوقع طور پر اپنے سامنے پاکر بے ساختہ چلاتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گئی۔

وہ گھر میں داخل ہوا تو عابدہ بیگم' سارا اور عائزہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول' اسے اچانک سامنے پاکر حیران رہ گئیں۔ عابدہ بیگم تو رو ہی پڑی تھیں۔ اس کی اپنی آنکھیں بھی لمحہ بھر کو نم ہوگئی تھیں۔ پورے دو سال کے بعد اسے وہ آغوش ملی تھی جس میں سر رکھ کر وہ ہر فکر اور پریشانی سے بے نیاز ہوجاتا تھا۔

بھائیں بھائیں کرتے گھر میں ایک دم سے جیسے رونق اتر آئی تھی۔

"پھپھو! فائزہ دکھائی نہیں دے رہی۔ کہیں گئی ہے کیا؟"

باتوں کے دوران اچانک اسے خیال آیا تو اس نے پوچھ لیا۔ تب ہی انہوں نے بتایا۔

"نہیں بیٹے! اندر اپنے کمرے میں ہے۔ پتا نہیں کیا ہوگیا ہے اس لڑکی کو۔ کبھی ٹھیک ہی نہیں رہتی۔ پچھلے ماہ ٹائی فائیڈ ہوگیا تھا' ابھی تک بستر سے اٹھ نہیں سکی۔"

عابدہ بیگم کی اطلاع پر اس کے دل کو جیسے کچھ ہوا تھا۔

"او خدا۔ آپ نے بتایا کیوں نہیں مجھے۔"

"کیا بتاتی بیٹا! پردیس میں تجھے پریشان بھی کرتی تو کیا فائدہ' تم آتو نہیں سکتے تھے۔"

"مگر پھر بھی آپ کو مجھے خبر کرنا چاہیے تھا۔" الجھے لہجے میں کہتا وہ فوراً" اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ایک نظر اس کو دیکھ کر آتا ہوں۔"

دھیمے لہجے میں کہتا وہ فوراً" اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس پر نظر پڑی تو ٹھٹک گیا' ٹھٹک گیا۔ یہ وہ فائزہ تو نہیں تھی جسے دو سال قبل وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

"فائزہ..."

وہیں اس کے بستر کے قریب سمٹ کر بیٹھتے ہوئے جانے کس جذبے سے اس نے پکارا تھا کہ فائزہ نے فوراً" آنکھیں کھول دیں۔ کچھ لمحے وہ حیرانی سے اس کی طرف دیکھتی رہی تھی پھر یک لخت ہی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلا گئیں۔

"آپ آگئے؟" اس نے یوں پوچھا تھا جیسے خواب دیکھ رہی ہو۔ جاذب کا دل مچل کر رہ گیا۔

www.pkdigest.com

"تم کبھی نہیں سدھر سکتیں۔"
رخ پھیرتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں بڑبڑایا پھر کچھ دیر خاموشی سے اس کے سراپے کا جائزہ لینے کے بعد اٹھ کر باہر آ گیا۔

عابدہ بیگم عید کے فوراً بعد سارا اور عائزہ کا بیاہ کر دینے کا فیصلہ کیے بیٹھی تھیں اور جاذب اس معاملے میں ان سے پورا پورا متفق تھا کیونکہ پچھلے دو سالوں میں اس نے بہت کچھ کما لیا تھا۔ تاہم نوید کے گھر والے ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ سارا اسی لیے آج کل پریشان رہنے لگی تھی کیونکہ نوید سے اس کا رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس روز بڑی مشکل سے وہ اس سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"نوید! مجھے لگتا ہے میں پاگل ہو جاؤں گی۔ پانچ سال ہو گئے ہیں ہماری محبت کو۔ دو سال ہو گئے منگنی ہوئے اور تمہارے گھر والے ابھی تک سنجیدہ نہیں ہیں۔ مسئلہ کیا ہے؟ کہیں تمہارا فیصلہ بدل تو نہیں گیا۔"

اسے غصہ بھی آ رہا تھا اور رونے کو بھی دل چاہ رہا تھا۔ نوید نے بڑے تحمل سے اس کی بات سنی تھی۔

"سارا! میں تم سے کچھ چھپانا نہیں چاہتا۔ دراصل گھر والوں کی تو پہلے ہی مرضی نہیں تھی۔ میرے مجبور کرنے پر وہ بددلی کے ساتھ راضی ہو گئے تھے مگر جب عائزہ اور فائزہ کو دیکھا تو ان کو احساس ہوا تمہاری عمر زیادہ ہے۔ میں نے ان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کسی طور اس رشتہ پر راضی نہیں۔ میں خود تم سے اس سلسلے میں بات کرنے والا تھا۔ تم بہت اچھی ہو سارا! یقیناً تمہیں مجھ سے بہتر لڑکا مل جائے گا۔ پلیز مجھے معاف کر دینا میں اپنی امی کا دل نہیں دکھا سکتا۔ انہیں اپنے بیٹے کے لیے دوسری تمام ماؤں کی طرح خوبصورت، کم عمر لڑکی چاہیے۔ صرف میری ضد اور فرمائش پر انہوں نے تمہیں پسند کیا تھا مگر اب فائزہ اور عائزہ کو دیکھنے کے بعد وہ میری نہیں سن رہی ہیں۔ تم میری پوزیشن سمجھ رہی ہو نا سارا!"

بڑی تفصیل سے مکمل صورت حال اس پر واضح کرنے کے بعد وہ پوچھ رہا تھا۔ جواب میں سارا نے چپ چاپ ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ اس کے پاس رونے کے لیے آنسو بھی نہیں تھے۔

وہ کبھی اس کہاوت کو سمجھ ہی نہیں پائی تھی کہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند نہیں جچتا۔ جاگتی آنکھوں سے دیکھے گئے خوابوں کی تعبیر صرف دکھ کی صورت میں ملتی ہے۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس صورت حال میں نوید سے کیا کہے اور اپنے گھر والوں کو کیا بتائے؟ پچھلے چار سالوں سے جن خوابوں نے اسے پاگل کر رکھا تھا۔ یک لخت ان خوابوں کے ٹوٹ جانے پر وہ آنسو بہائے یا شرمندگی سے منہ چھپائے؟

نوید نے یہ کیسی بے وفائی کی مار ماری تھی کہ وہ اندر سے ٹوٹنے کے باوجود احتجاج نہیں کر سکتی تھی۔

اپنی انا اور خودداری کا پرچم بلند رکھنے کے لیے اسے دو چار کھری کھری بھی نہیں سنا سکی تھی۔

دو چار روز رو دھو کر اپنی بے قدری کا ماتم کرنے کے بعد بالآخر اس نے خود کو سنبھال لیا کیونکہ ابھی جاذب اس کے ہاتھ میں تھا۔ [illegible] جہاں اس کی شخصیت مزید نکھری تھی، وہیں اب وہ ٹھیک ٹھاک کمانے بھی لگا تھا۔ سعودیہ سے آتے ہوئے وہ فائزہ کے علاوہ ان سب بہنوں کے لیے بہت اچھے اچھے قیمتی تحائف بھی لے کر آیا تھا۔

جاذب کا سوچ کر ہی اس نے نوید کی کمینگی بھلانے میں زیادہ وقت نہیں لگایا تھا۔ اس روز سب لوگ فائزہ کے کمرے میں اس کے پاس بیٹھے تھے۔ جب باتوں کے دوران اچانک اس نے عابدہ بیگم سے کہا۔

"امی۔۔۔ میں نوید سے شادی نہیں کروں گی۔"

اس کے الفاظ پر جہاں عابدہ بیگم کو شاک لگا تھا، وہیں باقی سب لوگ بھی چونک اٹھے تھے۔

"کیوں، کیا ہو گیا ہے نوید کو؟"

عابدہ بیگم کے بجائے جاذب نے پوچھا۔

"اسے کیا ہونا ہے، ایسے ذلیلوں کو کچھ نہیں ہوتا۔" وہ نخوت سے ناک چڑھا کر بولی۔

"مگر بات کیا ہوئی ہے، یہ ایک دم سے نفرت کیسے ہو گئی؟"

عابدہ بیگم پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں نوید کے گھر والوں کی ٹال مٹول سے ان کا ماتھا تو پہلے ہی ٹھنکا تھا۔

"وہ ہے ہی نفرت کے قابل امی! اس ذلیل نے ناروے میں پہلے سے شادی کر رکھی ہے۔ دو تین بچے بھی ہیں اس کے، اسی لیے اس کے گھر والے ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے، پتہ تھا اپنے بیٹے کے کرتوتوں کا۔ میری اسکول کی ایک دوست اس کی رشتہ دار ہے۔ ابھی پرسوں اس نے مجھے نوید کی اصلیت بتائی ہے۔ آپ خود ہی بتائیں امی! یہ سب جاننے کے بعد میں اس سے کیسے شادی کر سکتی ہوں؟"

اس نے اتنی ہوشیاری اور فراٹے سے جھوٹ بولا تھا کہ عابدہ بیگم کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی اس کے کہنے پر ایمان لے آئے۔ عابدہ بیگم کے چہرے کا رنگ تو دیکھنے والا تھا۔

"اتنا بڑا فراڈ مگر وہ تم سے محبت کرتا تھا سارا!"

جاذب [illegible] پانی پڑنے نہیں دیا۔

"محبت تو وہ اب بھی کرتا ہے مجھ سے بلکہ جب سے مجھے اس کی اصلیت کا علم ہوا ہے اور میں نے اسے کھری کھری سنائی ہیں، تب سے ہر وقت کال کر کے معافی مانگتا رہتا ہے۔ علیحدہ گھر، بینک بیلنس سب کا وعدہ کیا ہے اس نے مگر۔ اب میرے لیے یہ چیزیں معنی نہیں رکھتیں۔ میں اپنے شوہر کی محبت تقسیم نہیں کر سکتی، نہ ہی کسی کا جوٹھا کھاتی ہوں۔ بدنصیب ہے بے چارہ جو مجھ جیسی لڑکی کو حاصل نہ کر سکا۔"

وہ اب بھی اپنی "میں" کے غرور میں مبتلا تھی اور جاذب جو اتفاق سے اس کی اور نوید کی گفتگو دوسرے سیٹ پر سن چکا تھا، اس کے کھوکھلے بھرم پر دکھ سے مسکرا دیا۔

گھر والوں کی نظروں میں اپنا وقار بحال رکھنے کے بعد اس نے نوید کو کھری کھری سنائیں اور سختی سے کہہ دیا کہ اب وہ زندگی میں کبھی اس کے گھر کا دوبارہ رخ نہ کرے۔

جو چوٹ وہ کھا چکی تھی۔ اس کا درد جلدی ختم ہونے والا نہیں تھا، تاہم وہ خود کو بہلا رہی تھی۔ سب کے ساتھ بیٹھ کر ہنستی مسکراتی، عابدہ بیگم کی دلجوئی کرتی اور جاذب کا خصوصی خیال رکھتی۔ اس کے تمام کام بھی اس نے پھر سے اپنے ذمہ لے لیے تھے۔

☼ ☼ ☼

فائزہ کی طبیعت آہستہ آہستہ بہتر ہو رہی تھی۔ جاذب کا زیادہ وقت اب اس کے کمرے میں ہی گزرتا تھا اور سارا کو یہ بات بے حد ناگوار گزرتی تھی۔ اس نے صاف لفظوں میں کئی بار اسے ٹوکا بھی تھا مگر وہ مسکرا کر کہہ دیتا۔

"فائزہ بیمار ہے سارا! اس کا خیال رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔"

جواباً وہ تلملا کر رہ جاتی۔

عائزہ کے سسرال والے اب شادی کی جلدی کر رہے تھے، اسی لیے عابدہ بیگم کی پریشانی بھی بڑھ گئی تھی کیونکہ سارا کا پہاڑ پھر سے سر پر آن گرا تھا اور فائزہ بھی مسلسل بیمار رہنے کے بعد اب وہ پہلی سی دلکشی کھو چکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس روز وہ جاذب کے سامنے رو پڑی تھیں۔

"میں کیا کروں بیٹے! میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ دو بڑی بیٹیوں کو چھوڑ کر تیسری کا بیاہ کیسے کر دوں؟"

"آپ فکر کیوں کرتی ہیں پھپھو! انشاء اللہ، اللہ بہتر کرے گا۔ آپ ایک نہیں، چار شادیاں ایک ساتھ کریں گی۔" حسب عادت ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے تسلی دی تو وہ چونک اٹھیں۔

"چار کیسے؟"

"چار ہی ہوں گی، تین بیٹیوں کی اور ایک بیٹے کی۔"

وہ مسکرا رہا تھا۔ سارا کے دل کی دھڑکن ایک لمحے

www.pkdigest.com

میں تیز ہو گئی تھی۔

"بیٹے کو کوئی لڑکی پسند آئے گی تب ہی کر سکوں گی نا۔"

وہ پھر مایوس ہوئی تھیں۔

"لڑکی تو کب سے پسند آ گئی ہے پھپھو! بس حالات سازگار نہیں تھے۔ اب ان شاء اللہ آپ کو کوئی پریشانی لاحق نہیں ہونے دوں گا۔"

اس نے کچھ اس عزم سے کہا کہ عابدہ بیگم کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں۔

"خدا تیری عمر دراز کرے میرے بچے! مجھے بتا وہ لڑکی کون ہے تاکہ میں فوراً سوال لے کر اس کے گھر جاؤں اور اسے تیرے لیے مانگ لاؤں۔"

ان کے پرمسرت چہرے پر ممتا کے بچے رنگ تھے۔ سارا وہاں سے فوراً اٹھ کر بھاگ گئی تھی جبکہ فائزہ نے بے ساختہ دروازے کی چوکھٹ تھام کر خود کو گرنے سے بچایا تھا۔

"بتادوں گا پھوپھو! پہلے ان چڑیلوں کا معاملہ تو سیٹ ہو۔"

مسرور لہجے میں کہتا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر دروازے میں کھڑی فائزہ کی سائیڈ سے نکل کر باہر چلا گیا۔

☼ ☼ ☼

کبھی یہ پھول جیسی ہے کبھی یہ دھول جیسی ہے
کبھی یہ چاند جیسی ہے کبھی بھول جیسی ہے
کبھی مسرور کرتی ہے
کبھی مجبور کرتی ہے
کبھی یہ روگ دیتی ہے کبھی یہ رول دیتی ہے
کبھی لے پار جاتی ہے کبھی یہ مار جاتی ہے
محبت جیت ہوتی ہے مگر یہ ہار جاتی ہے

پچھلے چند روز میں سارا پر یہ انکشاف ہوا تھا کہ وہ بھی جاذب سے محبت کرتی ہے اور اپنے اظہار فوراً ہی جاذب سے کرنے میں اس نے کسی قسم کی تاخیر کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

"جاذی! میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں۔"

وہ چھت پر کھڑا اور نیلے آسمان پر اڑتے پرندوں کا بغور مشاہدہ کر رہا تھا جب اس نے دبے پاؤں اس کے پیچھے آکر کہا۔ جواب میں وہ چونک کر اس کی طرف پلٹا تھا۔

"اچھا... لیکن کیوں؟"

"اپنی بے وقوفی کی وجہ سے جاذی! میں نے نوید جیسے گھٹیا انسان کو تمہاری محبت پر ترجیح دے کر تمہارے پرخلوص احساسات کا خون کیا اور مالک دو جہاں نے مجھے اس کی سزا دے دی۔ میں نے جو نہیں سوچا تھا وہ ہو گیا مگر تم نے جو سوچا اور چاہا تھا بالآخر ویسا ہو گیا۔ تم بہت اچھے ہو جاذی! پچھلے چند دنوں میں مجھ پر یہ بھید کھلا ہے کہ محبت کے معاملے میں تم اکیلے مسافر نہیں ہو بلکہ اس سفر میں میں بھی تمہارے ساتھ ساتھ ہوں۔ میری سوچ بدل گئی ہے۔ میں یہ جان گئی ہوں تمہارے جیسا پیار اور عزت مجھے دوسرا کوئی مرد نہیں دے سکتا۔"

وہ بول رہی تھی اور جاذب کے اندر جیسے بھک سے دھواں اترتا جا رہا تھا۔

"نہیں سارا! میں زندگی میں کبھی تمہیں شرمندہ نہیں دیکھ سکتا۔ تم نے جو بھی چاہا یا کیا وہ تمہارا حق تھا۔ ہر انسان کو اپنی زندگی اپنی پسند اور اپنے معیار کے مطابق گزارنے کا پورا پورا حق ہے۔ میں ہرگز تمہیں غلط نہیں سمجھتا اس لیے پلیز سوری کہہ کر مجھے شرمندہ مت کرو۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا تو سارا حسیب کی پلکیں یک لخت نم ہو گئی تھیں۔

"جاذی... تم اب بھی مجھ سے محبت کرتے ہو...؟"

کیسی بچوں سی معصومیت سے اس نے پوچھا تھا۔ جب وہ مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"ہاں محبت ہو جائے تو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ بس اپنا روپ بدل لیتی ہے۔"

بہت دھیما لہجہ تھا اس کا۔ سارا کے اندر دور تک اطمینان اتر گیا۔

اسی شام وہ فائزہ کے کمرے میں آیا تو وہ بہت منونیت سے اس سے کہہ رہی تھی۔

"آپ بہت اچھے ہیں جاذب! اچھی محبت کرنے والے۔ آج کل کے دور میں ایسے مخلص انسان ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ امی بہت خوش ہیں اور سارا... وہ تو شروع سے پاگل ہے بہت محبت کرتی ہے آپ سے۔ پر اسے سمجھ نہیں تھی۔ آپ کے ساتھ رہے گی تو یقیناً اچھی اور بری چیز میں فرق کرنا سیکھ جائے گی۔"

"اچھا... پھر اس کے بعد تم کیا کرو گی؟"

بہت سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ جب وہ مسکرا کر نگاہیں چراتے ہوئے بولی۔

"میں... میں... میں جاب کرنا چاہتی ہوں میرا رزلٹ آجائے تو..."

"جاب کے سہارے زندگی گزار لو گی؟"

اس بار اس نے بہت گہری نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ جواب میں فائزہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

عین اسی لمحے سارا اور عائزہ کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"کیا راز و نیاز ہو رہے ہیں بھئی! کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔"

اس کی شوخیاں پھر سے لوٹ آئی تھیں۔ جاذب نے مسکراتی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔

"فائزہ سے پوچھ رہا تھا کہ ہماری شادیوں کے بعد وہ کیا کرے گی۔"

"اس نے کیا کرنا ہے فضول میں امی کو پریشان کر رکھا ہے۔ بعد میں بھی پرابلم ہو گی اس لیے اب کے جو رشتہ بھی آیا میں تو امی سے کہہ کر اس کی رخصتی کا بندوبست کروا دوں گی۔ تم تو جانتے ہی ہو ایک میان میں دو تلواریں کبھی نہیں سما سکتیں۔"

اسے جاذب کی فائزہ کے لیے فکر ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

"میں تمہیں کبھی پریشان نہیں کروں گی سارا! پرامس۔" جاذب نے دیکھا اس کی آنکھوں میں پھر سے کرب سمٹ آیا تھا۔

"او کے بابا! جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔ بس ٹینشن نہیں لیتی۔"

فوراً سے پیشتر اس کا ہاتھ تھام کر جاذب نے تسلی دی تو سارا ماتھے پر تیوریاں ڈالتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ عید کا تہوار بالکل قریب آگیا تھا۔

جاذب اس بار بہت خوش تھا۔ عید کے فوراً بعد اسے پھر سے سعودیہ واپس چلے جانا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس روز عائزہ اور فزا نے اسے شاپنگ کے لیے رضامند کیا تھا۔ چونکہ عید کی شاپنگ کرنا تھی اس لیے اس نے سارا اور فائزہ کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دے ڈالی جسے سارا نے فوراً قبول کر لیا مگر فائزہ کے لیے کہہ دیا۔

"فائزہ گھر میں رہے گی۔ آخر امی کے پاس بھی تو کسی کو ہونا چاہیے۔ ویسے بھی اسے ان چیزوں سے دلچسپی نہیں ہے۔"

جاذب نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ فائزہ کا چہرہ ایک دم بجھ گیا تھا پھر بھی وہ نظریں جھکائے کہہ رہی تھی۔

"سارہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ میں امی کے پاس رہ جاتی ہوں آپ لوگ بازار ہو آئیں۔"

"ٹھیک ہے۔ ویسے بھی عید میں ابھی کافی دن پڑے ہیں۔ تم بعد میں ساتھ چلی جانا۔" سرعت سے کہہ کر وہ گھر سے باہر آیا تو عائزہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"جاذب بھائی! پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا لگتا ہے جیسے ہمارے گھر میں فائزہ آپی کے ساتھ بڑی زیادتی ہو رہی ہے۔"

"کون کر رہا ہے زیادتی؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔ جواباً وہ مختصراً بولی۔

"شاید ہم سب ہی۔"

"سب کا نام کیوں لے رہی ہو اس کی خوشیوں کی سب سے بڑی دشمن تو تم ہو جہاں کہیں بات بنتی ہے تم درمیان میں ٹپک پڑتی ہو۔ جانے کیا کیا الم غلم لگا کر

www.pkdigest.com

خود کو خوبصورت بنایا ہوا ہے۔ ہو نہ زیادتی۔ کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے تم سے بڑا ہمدرد اس کا کوئی نہیں۔"

سارا کو جانے کیا ہوا تھا' فوراً" سلگ کر بول اٹھی تھی۔ جواب میں عائزہ ہکا بکا رہ گئی۔ وہ اس کے بارے میں اتنی پست سوچ رکھتی ہوگی۔ عائزہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ میں نے کب حق مارا ہے ان کا۔"

وہ روہانسی ہوگئی تھی' سارا نخوت سے ناک چڑھاتے ہوئے بولی۔

"بس زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے جیسی تم ہو مجھے سب پتہ ہے۔ پہلے نوید کے ساتھ لگ لگ کر بیٹھتی تھیں پھر اس انجینئر پر ڈورے ڈالے۔ بالآخر ہتھیا کر رہیں۔ تم جیسی بہنیں ہی ہوتی ہیں جو اپنی سگی بہنوں کا گھر اجاڑ ڈالتی ہیں۔"

فائزہ کے ساتھ ساتھ وہ اب عائزہ سے بھی خوف زدہ رہنے لگی تھی کہ کہیں جاذب اس کے سحر انگیز حسن سے متاثر نہ ہو جائے۔

"بھائی! آپ سن رہے ہیں' آپی کیا کہہ رہی ہیں؟"

عائزہ باقاعدہ رو پڑی تھی۔ جاذب نے چپ چاپ ہاتھ کے اشارے سے ایک ٹیکسی رکوائی پھر سب کو اس میں سوار کرنے کے بعد تحمل سے بولا۔

"چپ ہو جاؤ عازی! تمہاری آپی کا دماغ تھوڑا کھسک گیا ہے۔ درست کرنا پڑے گا۔"

اس روز اس نے معاملہ سنبھال لیا تھا۔ سب کو ان کی پسند سے اتنی اچھی شاپنگ کروائی کہ کسی تلخی کا وجود نہ رہا مگر فائزہ کے دل کو بہت بری ٹھیس لگی تھی۔ جاذب کا دل بھی اس کی اتنی پست سوچ پر دکھا تھا۔ دو دن سکون سے گزر گئے تھے۔ تیسرے روز صبح صبح وہ سو کر اٹھا تو سارا کی تیز آواز سماعتوں سے ٹکرائی۔

"بس امی! بہت ہوگیا یہ کھیل۔ میں مزید اپنی آنکھوں کے سامنے بے حیائی کے یہ کھلے مظاہرے برداشت نہیں کر سکتی۔ پوچھیں اپنی راج دلاری سے۔ کیوں اس رشتے کے لیے نہیں مان رہی ہے۔ جب اچھا ہے' لڑکا شریف اور سمجھ دار ہے پھر اسے کیا تکلیف ہے اس رشتے سے؟ مگر جو تکلیف ہے' وہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ اس کی نظر جاذی پر ہے' اسی لیے سارا دن اس کے کمرے میں گھسی رہتی ہے اور آپ کی آنکھیں ہی نہیں کھلتیں۔ بیٹیاں جو مرضی گل کھلاتی رہیں کوئی پروا نہیں آپ کو۔" وہ شدید غصے میں بول رہی تھی۔ جاذب بے ساختہ بستر سے اٹھ بیٹھا۔

"بکواس بند کرو سارا! میں اپنے اور جاذب کے کردار پر ایک لفظ برداشت نہیں کروں گی۔" پہلی بار جاذب نے فائزہ کی بلند آواز سنی تھی۔

"شٹ اپ۔ جانتی ہوں تمہاری پارسائی کو بہت اچھی طرح سے۔ سارا دن میرے خلاف اس کے کان بھرتی رہتی ہو' اسی کے لیے جوگ لے رکھا ہے تم نے مگر وہ تمہارے ڈراموں میں آنے والا نہیں ہے۔ ہیرے اور پتھر کا فرق معلوم ہے۔"

وہ چلا رہی تھی' جاذب بستر سے نکل کر باہر آگیا۔

"کیا بات ہے [illegible] صبح صبح کیوں چیخ رہی [illegible] لوگوں نے۔"

ایک نظر فائزہ کے عام سے حلیے پر ڈالنے کے بعد اس نے سارا کی طرف دیکھا تو وہ بول اٹھی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں فضول لوگوں کے منہ لگنے کا۔ نہ ہی شادی کے بعد مجھے ان لوگوں کے ساتھ رہنا ہے۔"

"بالکل صحیح ہے۔ پھوپھو! ابھی جو رشتہ آیا ہے میں نے اس کی تحقیق کروائی ہے' بہت اچھا لڑکا ہے۔ میرا خیال ہے سارا اس کے ساتھ خوش رہے گی۔"

فائزہ کے پہلو میں کھڑے ہو کر اس نے اتنے آرام سے کہا کہ وہ ہکا بکا سی اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

"تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو جاذی! میری شادی تمہارے ساتھ ہوگی اس بڈھے کے ساتھ نہیں۔"

"وہ بڈھا نہیں ہے' اچھا خاصا سمجھ دار' مجبور شخص ہے۔ تمہارے جیسی گرم دماغ لڑکی کے لیے وہی مناسب رہے گا۔ باقی جہاں تک میرا سوال ہے تو مجھے

کوئی پاگل لڑکی ہی خوش رکھ سکتی ہے جسے سچی محبت کرنے کا فن آتا ہے جو بنا کسی صلے کے اپنی وفا میں لٹا کر مسیحائی کرنے کا ہنر جانتی ہے اور وہ لڑکی ہمارے گھر میں بس فائزہ ہی ہو سکتی ہے۔"

اس کی آنکھوں میں جگنو دمک رہے تھے۔

فائزہ ساکت کھڑی رہ گئی تھی گویا جسم میں جان ہی نہ رہی ہو۔

یہ کیسا معجزہ ہو گیا تھا' اس نے تو کبھی ہوا کو بھی اپنے جذبوں کا پتہ لگنے نہیں دیا تھا پھر یہ شخص کیسے مہربان ہو گیا تھا اس پر۔

"تمہیں جو بھی چیزیں پسند نہیں ہیں سارا! مگر میں جو تھا ہوں کیونکہ میری سوچ اور دل اب فائزہ کی امانت ہو چکے ہیں۔ تمہیں خوبصورتی اپیل کرتی ہے' میں خوبصورت نہیں' یہ تم نے ہی مجھے بتایا تھا مگر جب میں نے اپنا عکس فائزہ کی آنکھوں میں دیکھا تو مجھے اپنا آپ اتنا حسین لگا کہ میں ششدر رہ گیا۔ تم نے دولت کو محبت پر ترجیح دی تھی۔ نتیجتاً" محبت تمہارا در چھوڑ کر [illegible] میں اب بھی امیر نہیں ہوں سارا! میرے ہاتھ اب بھی مزدوری کرتے ہیں۔ قلم کی ہلکی سی جنبش سے لاکھوں روپے نہیں کماتے مگر پھر بھی مجھے کوئی احساس کمتری نہیں کیونکہ میرے پاس ہیروں سے بھی انمول رشتے ہیں اور اس پاک باز عورت کی سچی محبت ہے جسے سوائے میرے ساتھ کے اور کچھ بھی مطلوب نہیں۔ یاد رکھنا سارا! محبت ہر ریا اور غرض سے پاک ہوتی ہے جو لوگ اس مقدس جذبے میں کسی قسم کے لالچ یا غرض کا پیوند لگاتے ہیں' یہ ان کی بھی نہیں ہوتی۔ آج کے بعد کبھی فائزہ سے جھگڑا مت کرنا کیونکہ کوئی میری محبت کا دل دکھائے' یہ میں برداشت نہیں کروں گا اور پھوپھو! پلیز آپ عید کے فوراً" بعد شادی کی تقریب رکھ لیں۔ میرے پاس بہت کم چھٹیاں باقی رہ گئی ہیں۔ اس بار جاؤں گا تو سب کچھ سمیٹ کر جلد واپس آجاؤں گا تاکہ پھر کوئی ہمارے ہجر میں حال سے بے حال نہ ہو جائے۔"

جگمگاتی روشن نگاہیں' ساکت کھڑی فائزہ کے شفاف چہرے پر جمائے اس نے کہا تو عائزہ اور فرا خوشی سے مسکرا اٹھیں کیونکہ ان کی اپنی خواہش بھی یہی تھی۔

"فائزہ! میں جانتا ہوں تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو' سچی اور بے لوث محبت۔ میں اس قابل تو نہیں ہوں مگر پھر بھی تم سے وعدہ کرتا ہوں' زندگی میں اپنی وجہ سے کبھی ان آنکھوں میں کوئی آنسو نہیں آنے دوں گا۔ ہر خوشی دوں گا۔ بس تم اسی طرح رشتوں کا مان رکھنا۔ میں سعودیہ سے تمہارے لیے سونے کی انگوٹھی لایا تھا' ابھی پھوپھو میرے نام سے تمہیں پہنائیں گی پھر شام میں عید کی شاپنگ کرنے چلیں گے۔ میرے ساتھ چلوگی نا؟"

اس لمحے اس کی مقناطیسی نگاہوں میں کیسے کیسے جذبے مچل رہے تھے۔ گم صم کھڑی فائزہ قدرت کی اس فیاضی پر بے ساختہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رو پڑی تھی۔

"نہیں یار! اب نہیں۔" نہایت محبت سے اس کا آنسو انگلی کی پور پر چن کر اس نے کہا تو عابدہ بیگم نے بھی آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں سمو لیا جبکہ ان سے کچھ ہی فاصلے پر سارا حسیب یوں نڈھال بیٹھی تھی جیسے وقت کی چال نے اسے ایک دم سے ہرا کر خالی کر ڈالا ہو۔

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ!
ایئر ہوسٹس
اب دو حصوں میں شائع ہوگئی ہے۔
مکتبہ عمران ڈائجسٹ' ۳۲ اردو بازار کراچی

www.pkdigest.com